غزل (حیدر علی آتش)

شعر نمبر ۱: سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

تشریح: حیدری آتش کو دبستان لکھنو کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے مگران کے کلام میں لکھنو اور دلی ہر دو دبستانوں کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ آتش کے مزاج میں قناعت اور توکل تھا۔ ان کے کلام میں جذبہ عشق کی صداقت، تصوف، روزمرہ کی چاشنی اور وسعت نظر ہے ۔

زیر تشریح شعر غزل کا مطلع ہے۔ ایک مشہور مقولہ ہے کہ آواز خلق کو نقارہ خدا سمجھو، بالکل اس کی مصداق اپنی غزل کے اس مصرعے میں حیدر علی آتش اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ مخلوق خدا کی باتوں کو بھی سن لو تا کہ تمہارے کردار کی حقیقت تمہیں معلوم ہو۔ سنو کہ لوگ تمہاری پیٹھ پیچھے تمہاری تعریفیں کر رہے ہیں یا تمہاری برائیاں بیان کر رہے ہیں۔ اگر وہ تمہیں برا سمجھتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ تم واقعی ہی ایسے کردار کے حامل نہیں کہ تمہیں اچھا سمجھا جائے۔ تمہیں اپنے آپ کو سدھارنے کی بہت سخت ضرورت ہے تو اپنے رویے پر غور کرو اور سوچو کہ ایسا کیوں ہے ۔ تمہارے متعلق جو کہانیاں بنی ہیں وہ بھی سن لو کہ دنیا تمہارے پیٹھ پیچھے یعنی تمہاری غیر موجودگی میں کس طرح تمہیں یاد کرتی ہے۔ ویسے بھی لوگوں کا عام رویہ ہے کہ وہ ہر شخص کے منہ پر تو اس کی تعریف کرتے ہیں مگر اس کے پیٹھ پیچھے اس کے بارے میں اپنے اصل خیالات کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں ۔

شعر نمبر ۲: زیر زمین سے آتا ہے جو گل سو زر بکف

قارون نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا

تشریح: خواجہ حیدر علی اتش اس شعر میں صنعت تلمیح کا استعمال کرتے ہیں۔ قارون کا لفظ یہاں پر بطور تلمیح استعمال ہوا ہے۔ قارون کو اللہ تعالی نے بہت زیادہ مال و زر دیا تھا لیکن وہ مغرور ہو گیا تھا اور حضرت موسیٰؑ نے جب اللہ کی طرف رجوع کی دعوت دی تو وہ مخالفت میں ہر حد پار کر گیا تھا۔ اس پر اللہ نے اسے اس کے مال و زر سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ شاعر اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار اگرچہ سخت محنت سے حاصل ہوتی ہے۔ لیکن یہ قارون کے خزانے سے کم نہیں جیسے قارون نے اپنا خزانہ اس راستے میں لٹایا ہو اور وہ اب ہمیں پھول اور پودوں کی صورت میں پھولوں پر موجود زردانوں میں ظاہر ہو گیا ہے۔ اس لیے جو بھی پھول زمین سے میں اگتا ہے وہ سونے میں لپٹا ہوا لگتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے قارون زمین میں دھنستے ہوئے اپنا خزانہ لٹاتا جا رہا ہو، جو زمین سے اگنے والے پھولوں میں ان زردانوں کی صورت میں نظر آتا ہے۔

شعر نمبر ۳: چاروں طرف سے صورت جاناں ہو جلوہ گر

دل صاف ہو تیرا تو ہے آئینہ خانہ کیا

تشریح: خواجہ حیدر علی اتش نے اس شعر میں دل کی پاکیزگی اور صفائی کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے دل کو محبوب حقیقی یعنی اللہ کا گھر کہا جاتا ہے اور دل کو آئینہ بھی قرار دیا جاتا ہے۔ مگر اس آئینے میں محبوب حقیقی کے جلوے اسی وقت نظر آ سکتے ہیں، جب دل کا یہ آئینہ گناہوں کی آلائش، گناہوں کی گندگی اور دنیا کے گرد و غبار سے پاک ہو۔ دل کی اسی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے حیدر علی آتش کہتے ہیں کہ اے انسان! اگر تو ریاضت و عبادت سے اپنے دل کے آئینے کو چمکا لے اپنے آپ کو گناہوں کی آلودگی سے بچا لے تو اور اپنے دل کو ذکر الٰہی سے منور کر لے، تو تیرے دل پر لگا ہوا زنگ دور ہو جائے گا پھر تیرے دل کے سامنے بڑے سے بڑے اور عمدہ سے عمدہ آئینے خانے کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہو گی۔ آئینہ خانہ تو اس لیے قابل قدر سمجھا جاتا ہے کہ چاروں طرف آئینے لگے ہونے کی وجہ سے اس میں دیکھنے والے کو ہر طرف اپنی ہی صورت کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ مگر تیرا دل صاف اور

مصفی ہو جانے کے بعد اس لحاظ سے آئینہ خانے سے کہیں بڑھ کر ہو گا کہ اس میں تجھے ہر طرف محبوب حقیقی ہی کے جلوے نظر آئیں گے تیری نگاہ دل کے جس گوشے کی طرف بھی اٹھے گی۔ اس میں تجھے محبوب حقیقی ہی کا جلوہ دکھائی دے گا اور تیری کیفیت یہ ہو گی کہ بقول شاعر

دل کے آئینے میں ہے تصور یار

ذرا جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

شعر نمبر ۴: آتی ہے کس طرح سے میری قبض روح کو

دیکھوں تو موت ڈھونڈ رہی ہے بہانہ کیا

تشریح: شاعر کہتے ہیں کہ انسان جو اس دنیا میں آیا ہے، اس نے ایک دن جانا ہے۔ موت برحق ہے۔ ایک دن سب کو مرنا ہے۔ موت کا وقت مقرر ہے اور روح قبض کرنے کا کام اللہ تعالی نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو سونپا ہے۔ اللہ تعالی نے قران حکیم میں مختلف مواقع پر موت کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ ایک جگہ ارشاد ہے کہ

"ہر نفس نے موت کا ضائع ذائقہ چکھنا ہے"

اس شعر میں شاعر موت کو ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دیگر انسانوں کی طرح اسے بھی موت کو گلے لگانا ہے۔ موت سے فرار کسی صورت ممکن نہیں یہ زندگی عارضی ہے یہ کسی بھی وقت اور کسی بھی مقام پر ساتھ چھوڑ سکتی ہے۔ موت ہر وقت انسان کا تعاقب کر رہی ہے کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈ کر اس کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ خدا کے نیک بندے ہر وقت موت کو یاد رکھتے ہیں اور جو زندگی کی رنگیوں میں موت کو فراموش نہیں کرتے، سو مجھے بھی دیکھنا ہے کہ موت کون سا بہانہ ڈھونڈ کر، اور کس روپ میں میری روح قبض کرنے آئے گی۔ مجھے بھی اپنے مقرر وقت پر ہی موت آئے گی لیکن یہ معلوم نہیں کہ میرا موت کا بہانہ یعنی سبب کیا ہو گا۔ یوں تو اس کا علم اور اختیار اللہ کے پاس ہے لیکن مجھے اتنا ہی دیکھنا ہے کہ موت کا فرشتہ میری موت کا کیا بہانہ ڈھونڈتا ہے۔

شعر نمبر ۵: طبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال

ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا

تشریح: اس شعر میں حیدر علی اتش اپنے آپ کو شاعرِ قلندر کہتے ہیں۔ اور اپنے قلندرانہ مزاج کے مطابق کہتے ہیں کہ نہ تو میرے پاس کوئی جنگی ساز و سامان ہے، یعنی نہ میں کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنا چاہتا ہوں اور نہ ہی میرے پاس کوئی مال و جائیداد ہے، اس لیے کوئی میرا مخالف نہیں۔ رواجِ زمانہ ہے کہ عموما ان لوگوں کو مخالفت اور لڑائی جھگڑے کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن کے پاس جائیداد اور دولت ہو یا وہ لڑائی پر آمادہ ہوں۔ لیکن آتش تمام چیزوں سے بے نیاز ہیں۔ اس لیے اپنے اس قلندرانہ طرز زندگی کا اظہار کر رہے ہیں کہ میں تو ایک فقیر منش انسان ہوں میرے پاس نہ ہی ملک ہے اور نہ ہی کوئی مال کہ جس کے حصول کے لیے دنیا میری مخالفت کرے۔ اور اگر یہ دنیا اور لوگ اس کے لوگ میری مخالف ہو بھی جائیں، تو انہیں مجھ سے کچھ حاصل نہ ہو گا اور نہ میرا کچھ یہ بگاڑ پائیں گے۔

شعر نمبر ۶: یوں مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے

آتش غزل یہ تو نے کہی عاشقانہ کیا

تشریح: خواجہ حیدر علی اتش اتشک شمار لکھنو کیا ہوں بڑے شعرا میں ہوتا ہے ان کے اشعار میں معنی آفرینی قابل داد ہے۔ وہ اپنی غزل کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تو نے کیا لاجواب غزل کہی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی شاعری کے مخالفین کو سنا رہے ہیں کہ اگر وہ اس غزل

کی داد نہیں دے رہے ہیں، تواس کی وجہ یہ ہے کہ مجھ سے حسد کرتے ہیں۔ ان کی داد دینے نہ دینے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ حق تو یہ ہے کہ یہ غزل قابل داد ہے۔ حیدر اعلی آتش کے زمانے کے دوسرے بڑے شاعر امام بخش ناسخ ہیں۔ ان دونوں کی شاعرانہ چشمک چلتی رہتی تھی اس شعر میں آتش نے مدعی کا لفظ امام ناسخ کے لیے استعمال کیے۔ وہ کہتے ہیں کہ اے آتش ! تیری اس عاشقانہ غزل پر اگر وہ داد نہیں دے رہے تو اس کی وجہ ان کا حاسدانہ پن ہے۔